© rasailojaraid.com

اور اس کے باقی اجزاء آئندہ کے لیئے ملتوی کر دوں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے اپنے اولین خط مورخہ ۲۱ مئی میں صاف طور پر یہ عرض کیا تھا کہ

"مجھے تو سنت کی تحقیقی اہمیت سے مجالِ انکار ہے اور نہ اس کی اہمیت کو ختم کرنا مقصود"

چنانچہ آپ کا یہ سوال کہ میرے نزدیک سنت رسول اللہ بجائے خود کوئی چیز ہے یا نہیں؟ غیر ضروری ہے۔ البتہ میرے نزدیک سنت کا مفہوم آپ سے مختلف ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ آیا میں سنت کو قرآن کے ساتھ ماخذ قانون مانتا ہوں یا نہیں ۔؟ ۔ میرا جواب نفی میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ اجازت دیجئے کہ میں پہلے اس بات کو صاف کر لوں کہ۔ آیا رسول اللہ نے قرآن سنا دینے کے سوا دنیا میں کوئی کام کیا تھا یا نہیں؟ اور اگر کیا تھا تو کس حیثیت میں؟ ۔ جب اسکا جواب سامنے آجائیگا۔ تو دلیل خود بخود سامنے آجائیگی۔

مجھے آپ سے سو فیصدی اتفاق ہے کہ حضورؐ معلّم بھی تھے، حاکم بھی تھے، قاضی بھی تھے، سپہ سالار بھی۔ آپ نے افراد کی تربیت کی اور تربیت یافتہ افراد کو ایک منظم جماعت کی شکل دی۔ اور پھر ایک ریاست قائم کی وغیرہ وغیرہ! لیکن اس بات پر آپ سے اتفاق نہیں کہ تئیس سالہ پیغمبرانہ زندگی میں حضورؐ نے جو کچھ کیا تھا یہ وہ سنت ہے جو قرآن کے ساتھ مل کر حاکمِ اعلیٰ کے قانون برتر کی تشکیل و تکمیل کرتی ہے"۔ بے شک حضور نے حاکم اعلےٰ کے قانون کے مطابق معاشرہ کی تشکیل تو فرمائی لیکن یہ کہ کتاب اللہ کا قانون (نعوذ باللہ) نامکمل تھا۔ اور جو کچھ حضور نے عملاً کیا اس سے اس قانون کی تکمیل ہوئی میرے لئے ناقابل فہم ہے۔ میرے نزدیک وحی پانے کا سلسلہ نبی اکرمؐ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ لیکن رسالت کے فرائض جو حضورؐ نے سرانجام دیئے ان کا مقصد یہ تھا کہ حضورؐ کے بعد بھی انہیں خطوط پر معاشرے کا قیام عمل میں لایا جا سکے اور یہ تسلسل قائم رہے۔ اگر حضورؐ نے مَا اَنْزَلَ اللہ کو دوسروں تک پہنچایا تو امت کا بھی فریضہ ہے کہ مَا اَنْزَلَ اللہ کو دوسروں تک پہنچائے اگر حضورؐ نے مَا اَنْزَلَ اللہ کے مطابق جماعت بنائی ریاست قائم کی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا تو امت کا بھی فریضہ ہے کہ انہی خطوط پر عمل کرے اگر حضور نے مَا اَنْزَلَ اللہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطابق معاملات کے فیصلے کئے تو اُمت بھی مَا اَنْزَلَ اللّٰہ کے مطابق فیصلے کرے۔ اگر حضورؐ نے "شَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْر" کے مطابق امورِ سلطنت میں مشاورت سے کام لیا تو اُمت بھی ایسا ہی کرے۔ اگر حضورؐ نے نبوت کے تیئس سال غزوات میں گھوڑے کی پیٹھ پر گذارے تو امت بھی انہی اصولوں کو پیشِ نظر رکھ کر جنگ کرے۔ چنانچہ مَا اَنْزَلَ اللّٰہ کے مطابق تربیت، جماعت بندی، ریاست کا قیام، مشاورت، قضا، غزوات۔ یہ سارے کام امت کرے تو یہ سنت رسول اللہ ہی کی پیروی ہے۔ حضورؐ نے بھی اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق مَا اَنْزَلَ اللّٰہ پر عمل کرتے ہوئے معاشرے کی تشکیل کی۔ اور سنت رسول اللہ کی پیروی یہ ہے کہ ہر زمانے کی امت، زمانے کے تقاضوں کے مطابق مَا اَنْزَلَ اللّٰہ پر عمل کرتے ہوئے معاشرے کی تشکیل کرے۔ موجودہ وقت میں ہم جو بھی طرزِ حکومت، حالات اور موجودہ تقاضوں کے مطابق مناسب سمجھیں عمل میں لائیں۔ لیکن مَا اَنْزَلَ اللّٰہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر۔ یہی سنت رسول اللہ پر عمل ہو گا۔ اگر ہم ان مقاصد کو پیش نظر رکھ کر جو مَا اَنْزَلَ اللّٰہ نے متعین کئے ہیں جنگیں لڑیں تو یہی سنت رسول اللہ پر عمل ہو گا۔ لیکن اگر جیسے کہ ایک مقامی اخبار میں ایک مولوی صاحب نے گذشتہ ہفتہ لکھا تھا کہ حضرت عمرؓ کی فوج کو ایک قلعہ فتح کرنے میں تاخیر اس لئے ہوئی کہ فوج نے کئی دن مسواک نہیں کی تھی یا یہ کہ آج کے ایٹمی دور میں جنگ کے اندر تیروں کا استعمال ہی ضروری ہے کیونکہ حضورؐ نے جنگوں میں تیر استعمال کئے تھے تو اس سے بڑھ کر سنت رسول اللہ سے مذاق کیا ہو سکتا ہے۔ ان تمام اعمال میں جو حضورؐ نے تیئس سالہ پیغمبرانہ زندگی میں کئے وہ اسی مَا اَنْزَلَ اللّٰہ کا جو کتاب اللہ میں موجود ہے اتباع کرتے تھے اور اُمت کو بھی یہی حکم ملا کہ اسی کا اتباع کرے۔ جہاں اِتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ مِنْ رَّبِّکُمْ (۷/۳) کہہ کر امت کے افراد کو تلقین کی وہاں یہ بھی اعلان ہوا کہ حضورؐ بھی اسی کا اتباع کرتے ہیں۔ قُلْ اِتَّبِعُ مَا یُوْحٰی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ (۷/۲۰۳)۔ نہ معلوم آپ کن وجوہات کی بنا پر کتاب اللہ کے قانون کو نامکمل قرار دیتے ہیں کم از کم میرے لئے تو یہ تصور بھی جسم میں کپکپی پیدا کر دیتا ہے۔ کیا آپ قرآن کریم سے کوئی ایسی آیت پیش فرمائیں گے جس سے معلوم ہو کہ قرآن کا قانون نامکمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو انسانوں کی رہنمائی کے لئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صرف ایک ضابطۂ قوانین کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جو شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ بلکہ اس کی ابتدا ہی ان الفاظ سے کی ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ اور پھر معاملات زندگی میں فیصلوں کے لئے اس ضابطۂ حیات کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا، اور یہ بھی واضح طور پر اعلان کر دیا کہ یہ ضابطہ قانون مفصل ہے۔ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا (۶/۱۱۵) بلکہ مومن اور کافر کے درمیان تمیز یہ رکھدی کہ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (۵/۴۴) کیا قرآن کریم کو كِتٰبٌ عَزِيْزٌ (ایک غالب کتاب) کہکر نہیں پکارا گیا۔ کیا تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا (۶/۱۱۶) کا اعلان یہ ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں کہ قانون خداوندی مکمل ہو چکا ہے۔ اور جو کچھ باقی رہتا تھا وہ پورا ہو گیا۔ کافر بھی تو اس کتاب کے علاوہ کوئی چیز اپنی تسلی کے لئے چاہتے تھے جب اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ کیا یہ کتاب ان کے لئے کافی نہیں؟ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اِنَّآ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ[۱] الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (۲۹/۵۱)

مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ چونکہ دین کا تقاضا یہ تھا کہ کتاب پر عمل اجتماعی شکل میں ہو اور یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک شخص قرآن پر اپنی سمجھ کے مطابق عمل کرے اور دوسرا اپنی سمجھ کے مطابق۔ اس لئے نظام کو قائم رکھنے کے لئے ایک زندہ شخصیت کی ضرورت ہے اور مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ جہاں اجتماعی نظام کے قیام کا سوال ہو۔ وہاں پہنچانے والے کا مقام بہت آگے ہوتا ہے کیونکہ پیغام اس نے اس لئے پہنچایا کہ وحی اس کے سوا اور کسی کو ملتی نہیں۔ چنانچہ قرآن نے اسی لئے واضح کر دیا کہ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ چنانچہ حضورؐ مرکز ملت بھی تھے۔ اور سنت رسول اللہ پر عمل یہی ہے کہ حضورؐ کے بعد بھی اسی طرح مرکزیت کو قائم رکھا جائے۔ چنانچہ اسی نکتہ کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں واضح کر دیا کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (۳/۱۴۴) ظاہر ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ (اگر اسکا مقصد وعظ و نصیحت نہیں) اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ سنت رسول اللہ پر عمل کرتے ہوئے مرکز ملت کے قیام کو مسلسل عمل میں لایا جائے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جس ضابطہ قانون پر چلانا حضورؐ کا مقصد تھا اور آئندہ مرکز ملت کا مقصد رہے گا۔ اس ضابطہ قانون کو نامکمل قرار دے دیا جائے۔

---

[۱] صحیح عبارت اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کا اگلا سوال یہ ہے کہ جو کام حضورؐ نے تئیس سالہ پیغمبرانہ زندگی میں سرانجام دیئے اُن میں آنحضرت کی پوزیشن کیا تھی؟

میرا جواب یہ ہے کہ حضورؐ نے جو کچھ کر کے دکھایا وہ ایک بشری حیثیت سے لیکن ما انزل اللہ کے مطابق کر کے دکھایا میرا یہ جواب کہ حضورؐ نے فرائضِ رسالت کی سرانجام دہی ایک بشر کی حیثیت سے کی میرے اپنے ذہن کی پیداوار نہیں بلکہ خود کتاب اللہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے حضورؐ نے بار بار اس بات پر زور دیا کہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ قرآن کی آیات سے واضح ہے کہ حضورؐ نظامِ مملکت کی سرانجام دہی میں ایک بشر کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور کبھی کبھی آنحضرت سے اجتہادی غلطیاں بھی ہو جاتی تھیں قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ وَاِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْٓ اِلَیَّ رَبِّیْ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ (۳۴:۵۰) اگر یہ اجتہادی غلطیاں ایسی ہوتیں جن کا اثر دین کے اہم گوشے پر پڑتا تو خدا کی طرف سے اس کی تادیب بھی آجاتی۔ جیسے کہ ایک جنگ کے موقع پر بعض لوگوں نے پیچھے رہنے کی اجازت چاہی اور حضورؐ نے دے دی۔ اس پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی عَفَا اللّٰهُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ (۹:۴۳) اسی طرح سورۂ تحریم میں تادیب آگئی یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ (۶۶:۱) اسی طرح سورۂ عبس میں ہے۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰٓی اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی وَهُوَ یَخْشٰی فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی (۸۰:۱-۱۰)

مندرجہ بالا تصریحات سے ظاہر ہے کہ وحی کی روشنی میں امورِ سلطنت کی سرانجام دہی میں جزئی معاملات میں حضورؐ سے اجتہادی غلطیاں بھی ہو جاتی تھیں ورنہ اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ حضورؐ ان امور کو ایک بشر کی حیثیت سے سرانجام دیتے تھے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کے دو نتائج لازماً پیدا ہوتے۔ اولاً یہ تصور کہ چونکہ حضورؐ نے جو کچھ کیا وہ ایک نبی کی حیثیت سے کیا اس لئے عام انسان اس کو نہیں کر سکتے۔ چنانچہ آج بھی مایوسی کے عالم میں بعض جگہ یہ تصور پایا جاتا ہے کہ حضورؐ نے جو معاشرہ قائم کیا تھا وہ عام انسانوں کے بس کا روگ نہیں۔ اور وہ دوبارہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تصور بجائے خود سنّت رسول اللہ کی پیروی کی نفی ہے۔ دوسرا نتیجہ اس کا یہ تصور ہو سکتا ہے کہ اس لئے حضورؐ کے بعد نبیوں کے آنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ پھر سے اس قسم کا معاشرہ قائم کر سکیں (چونکہ عام انسان ایسا نہیں کر سکتے)۔ آپ خود سوچئے کہ یہ دونوں نتائج کس قدر خطرناک ہیں۔ جو اس تصور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے نتیجہ کے طور پر ابھر کر سامنے آتے ہیں کہ حضورؐ نے جو کچھ بھی کیا ایک نبی کی حیثیت سے کیا۔ ختم نبوت انسانیت کے سفرِ زندگی میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے جہاں سے شخصیتوں کا دور ختم ہوتا ہے اور اصول و اقدار کا دور شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ تصور کہ حضورؐ نے جو کچھ کیا ایک نبی کی حیثیت سے کیا ختم نبوت کے اصول کی تردید کے مترادف ہے۔ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُول ... (۳/۱۴۴) جیسی واضح آیات کے بعد یہ کہنا کہ رسول اللہ جو کچھ کرتے تھے وحی کی رو سے کرتے تھے (اور وحی کا سلسلہ حضورؐ کی ذات کے ساتھ ختم ہو گیا) اس بات کا اعلان ہے کہ حضور کی وفات کے بعد دین کا سلسلہ قائم نہیں رہ سکتا۔ حضرات صحابۂ کرام اچھی طرح سمجھتے تھے کہ وحی الکتاب کے اندر محفوظ ہے اور اس کے بعد حضورؐ جو کچھ کرتے تھے باہمی مشاورت سے کرتے تھے۔ اس لیے حضورؐ کی وفات کے بعد نظام میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ سلطنت کی وسعت کے ساتھ تقاضے بڑھتے گئے اس لیے آئے دن نئے نئے امور سامنے آتے تھے جن تصفیہ کے لیے اگر کوئی پہلا فیصلہ مل جاتا جس میں تبدیلی کی ضرورت نہ ہوتی تو اسے علیٰ حالہٖ قائم رکھتے تھے۔ اگر اس میں تبدیلی کی ضرورت ہوتی تو باہمی مشاورت سے تبدیلی کر لیتے۔ اور اگر نئے فیصلے کی ضرورت ہوتی تو باہمی مشاورت سے نیا فیصلہ کر لیتے۔ یہ سب کچھ قرآن کی روشنی میں ہوتا تھا۔ یہی طریقہ رسول اللہ کا تھا۔ اور اسی کو حضورؐ کے جانشینوں نے قائم رکھا۔ اسی کا نام اتباع سنت رسول اللہ ہے۔

اگر فرض کر لیا جائے کہ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضورؐ جو کچھ کرتے تھے وحی کی رو سے کرتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا کو اپنی طرف سے بھیجی ہوئی ایک قسم کی وحی پر (نعوذ باللہ) تسلی نہ ہوئی چنانچہ دوسری قسم کی وحی کا نزول شروع ہو گیا، یہ دو رنگی وحی آخر کیوں؟ پہلے آنے والے نبیوں پر جب وحی نازل ہوئی تو اس میں نزولِ قرآن کی طرف اشارہ تھا۔ تو کیا اس اللہ کے لیے جو ہر چیز پر قادر ہے یہ بڑا مشکل تھا کہ دوسری قسم کی وحی جس کا آپ ذکر کرتے ہیں اس کا قرآن میں اشارہ کر دیتا۔ مجھے تو قرآن میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی۔ اگر آپ کسی آیت کی طرف اشارہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرماسکیں تو مشکور ہوں گا۔ والسلام

مخلص

عبدالودود

جواب

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ عنایت نامہ مورخہ ۷ اگست ملا۔ اس تازہ عنایت نامے میں آپ نے اپنے پیش کردہ ابتدائی چار سوالات میں سے پہلے سوال پر بحث کو محدود رکھتے ہوئے نبوت اور سنت کے متعلق اپنے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے ان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کا تصورِ نبوت ہی بنیادی طور پر غلط ہے۔ ظاہر ہے کہ جب بنیاد ہی میں غلطی موجود ہو تو بعد کے اُن سوالات پر جو اسی بنیاد سے اُٹھتے ہیں بحث کر کے ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اسی لیے میں نے عرض کیا تھا کہ آپ میرے جواب پر مزید سوالات اٹھانے کے بجائے ان اصل مسائل پر گفتگو فرمائیں جو میں نے اپنے جواب میں بیان کیے ہیں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری اس گزارش کو قبول کر کے اولین بنیادی سوال پر اپنے خیالات ظاہر فرمائے ہیں۔ اب میں آپ کی، اور اُن دوسرے لوگوں کی جو اس غلط فہمی میں گرفتار ہیں کچھ خدمت انجام دے سکوں گا۔

نبوت اور سنت کا جو تصور آپ نے بیان کیا ہے وہ قرآن مجید کے نہایت ناقص مطالعے کا نتیجہ ہے۔ اور غضب یہ ہے کہ آپ نے اس ناقص مطالعہ پر اتنا اعتماد کر لیا کہ پہلی صدی سے آج تک اس بارے میں ساری امت کے علماء اور عوام کا بالاتفاق جو عقیدہ اور عمل رہا ہے اسے آپ غلط سمجھ بیٹھے ہیں اور اپنے نزدیک یہ خیال کر لیا ہے کہ پورے چودہ سو سال کی طویل مدت میں تمام مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے منصب کو سمجھنے میں ٹھوکر کھا گئے ہیں، ان کے تمام علمائے قانون نے سنّت کو ماخذِ قانون ماننے میں غلطی کی ہے، اور ان کی تمام سلطنتیں اپنا قانونی نظام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس بنیاد پر قائم کرنے میں غلط فہمی کی شکار ہو گئی ہیں۔ آپ کے ان خیالات پر تفصیلی گفتگو تو میں آگے کی سطور میں کروں گا، لیکن اس گفتگو کا آغاز کرنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ آپ ٹھنڈے دل سے اپنے دینی علم کی مقدار کا خود جائزہ لیں اور خود ہی سوچیں کہ وہ علم جو آپ نے اس بارے میں حاصل کیا ہے کیا وہ اتنے بڑے زعم کے لیے کافی ہے؟ قرآن تنہا آپ ہی نے تو نہیں پڑھا ہے۔ کروڑوں مسلمان ہر زمانے میں اور دنیا کے ہر حصے میں اس کو پڑھتے رہے ہیں۔ اور بے شمار ایسے لوگ بھی اسلامی تاریخ میں گزرے ہیں اور آج بھی پائے جاتے ہیں جن کے لیے قرآن کا مطالعہ ان کے بہت سے مشاغل میں سے ایک ضمنی مشغلہ نہیں رہا ہے بلکہ انہوں نے اپنی عمریں اس کے ایک ایک لفظ پر غور کرنے اور اس کے مضمرات سمجھنے اور ان سے نتائج اخذ کرنے میں صرف کر دی ہیں۔ آخر آپ کو یہ غلط فہمی کیسے لاحق ہو گئی کہ نبوت جیسے بنیادی مسئلے میں یہ سب لوگ قرآن کا منشا بالکل الٹا سمجھ بیٹھے ہیں اور صحیح منشا صرف آپ پر اور آپ جیسے چند اصحاب پر اب منکشف ہوا ہے۔ پوری تاریخ اسلام میں آپ کسی ایک قابلِ ذکر عالم کا بھی نام نہیں لے سکتے جس نے قرآن سے منصبِ نبوت کا وہ تصور اخذ کیا ہو جو آپ بیان کر رہے ہیں اور سنت کی وہ حیثیت قرار دی ہو جو آپ قرار دے رہے ہیں۔ اگر ایسے کسی عالم کا حوالہ آپ دے سکتے ہیں تو براہِ کرم اس کا نام لیجیے۔

۱۔ منصبِ نبوت اور اس کے فرائض | آپ کی عقل و ضمیر سے یہ مخلصانہ اپیل کرنے کے بعد اب میں آپ کے پیش کردہ خیالات کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ آپ کی ساری بحث دس نکات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے پہلا نکتہ خود آپ کے الفاظ میں یہ ہے:

> "مجھے آپ سے سو فی صدی اتفاق ہے کہ حضور معلم بھی تھے، حاکم بھی تھے، قاضی بھی تھے، سپہ سالار بھی۔ آپ نے افراد کی تربیت کی اور تربیت یافتہ افراد کو ایک منظم جماعت کی شکل دی۔ اور پھر ایک ریاست قائم کی۔"

یہ سو فی صدی اتفاق جس کا آپ ذکر فرما رہے ہیں، دراصل ایک فی صدی، بلکہ ۱؍۱۰۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی صدی بھی نہیں ہے" اس لیے کہ آپ نے حضور کو محض معلّم، حاکم، قاضی وغیرہ مانا ہے، مامور من اللہ کی لازمی صفت کے ساتھ نہیں مانا ہے۔ حالانکہ سارا فرق اسی صفت کے ماننے اور نہ ماننے سے واقع ہوتا ہے۔ آگے چل کر آپ نے خود یہ بات واضح کر دی ہے کہ آپ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سارے کام رسول کی حیثیت میں نہیں بلکہ ایک عام انسان کی حیثیت میں تھے اور اسی وجہ سے اس حیثیت میں حضورؐ نے جو کام کیا ہے اسے آپ وہ سنت نہیں مانتے جو ماخذِ قانون ہو۔ دوسرے الفاظ میں آنحضورؐ آپ کے نزدیک ایک معلّم تھے مگر خدا کے مقرر کردہ نہیں بلکہ جیسے دنیا میں اور استاد ہوتے ہیں ویسے ہی ایک حضورؐ بھی تھے۔ اسی طرح آپؐ قاضی تھے، مگر خدا نے آپؐ کو اپنی طرف سے قاضی مقرر نہیں کیا تھا بلکہ دنیا کے عام ججوں اور مجسٹریٹوں کی طرح ایک جج یا مجسٹریٹ آپؐ بھی تھے۔ یہی پوزیشن حاکم اور مرکزِ ملّت اور قائد و رہنما کے معاملہ میں بھی آپ نے اختیار کی ہے کہ ان میں سے کوئی منصب بھی آپ کے خیال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور من اللہ ہونے کی حیثیت سے حاصل نہ تھا۔"

پہلا سوال یہ ہے کہ پھر یہ مناصب حضور کو حاصل کیسے ہوئے۔ کیا مکّہ میں اسلام قبول کرنے والوں نے باختیار خود آپؐ کو اپنا لیڈر منتخب کیا تھا اور اس قیادت کے منصب سے وہ آپؐ کو ہٹا دینے کے بھی مجاز تھے؟ کیا مدینہ پہنچ کر جب اسلامی ریاست کی بنا ڈالی گئی اُس وقت انصار و مہاجرین نے کوئی مجلس مشاورت منعقد کر کے یہ طے کیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اس ریاست کے صدر اور قاضی اور افواج کے قائدِ اعلیٰ ہوں گے؟ کیا حضور کی موجودگی میں کوئی دوسرا مسلمان بھی ان مناصب کے لیے منتخب ہو سکتا تھا؟ اور کیا مسلمان اس کے مجاز تھے کہ آپ سے یہ سب مناصب، یا ان میں سے کوئی منصب واپس لے کر باہمی مشورے سے کسی اور کو سونپ دیتے؟ پھر کیا یہ بھی واقعہ ہے کہ مدینے کی اس ریاست کے لیے قرآن کے تحت تفصیلی قوانین اور ضابطے بنانے کی غرض سے کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیجسلیچر حضورؐ کے زمانہ میں قائم کی گئی تھی جس میں آپؐ صحابہ کے مشورے سے قرآن کا منشا معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہوں اور اس مجلس کی رائے سے قرآن کا جو مفہوم متعین ہوتا ہو اس کے مطابق ملکی قوانین بنائے جاتے ہوں؟ اگر ان سوالات کا جواب اثبات میں ہے تو براہِ کرم اس کا کوئی تاریخی ثبوت ارشاد فرمائیں۔ اور اگر نفی میں ہے، اور یقیناً نفی میں ہے۔ تو کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود رہنما، فرمانروا، قاضی، شارع اور قائدِ اعلیٰ بن بیٹھے تھے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ حضورؐ کی جو حیثیت آپ قرار دے رہے ہیں کیا قرآن بھی آپؐ کی وہ حیثیت قرار دیتا ہے؟ اس سلسلہ میں ذرا قرآن کھول کر دیکھیے کہ وہ کیا کہتا ہے۔

رسولؐ بحیثیت معلّم و مربّی اس کتاب پاک میں چار مقامات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت کی یہ تفصیل بیان کی گئی ہے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ . . . رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ (البقرہ - آیت ۱۲۹)

اور یاد کرو جبکہ ابراہیم اور اسماعیل اس گھر (کعبہ) کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (انہوں نے دعا کی) . . . اے ہمارے پروردگار ان لوگوں میں خود انہی کے اندر سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ (البقرہ - آیت ۱۵۱)

جس طرح ہم نے تمہارے اندر خود تمہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تم کو ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ

اللہ نے ایمان لانے والوں پر احسان فرمایا جبکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یَبْعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ (آل عمران - ۱۶۴)

ان کے اندر خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو انہیں اُس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ (الجمعہ - ۲)

وہی ہے جس نے اُمیوں کے درمیان خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

ان آیات میں بار بار جس بات کو تاکید دہرایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو صرف آیاتِ قرآن سنا دینے کے لیے نہیں بھیجا تھا بلکہ اس کے ساتھ بعثت کے تین مقصد اور بھی تھے۔ ایک یہ کہ آپ لوگوں کو کتاب کی تعلیم دیں۔ دوسرے یہ کہ اس کتاب کے منشا کے مطابق کام کرنے کی حکمت سکھائیں۔ اور تیسرے یہ کہ آپ افراد کا بھی اور ان کی اجتماعی ہیئت کا بھی تزکیہ کریں یعنی اپنی تربیت سے ان کی انفرادی اور اجتماعی خرابیوں کو دور کریں اور ان کے اندر اچھے اوصاف اور بہتر نظام اجتماعی کو نشو و نما دیں۔ ظاہر ہے کہ کتاب اور حکمت کی تعلیم صرف قرآن کے الفاظ سنا دینے سے زائد ہی کوئی چیز تھی، ورنہ اس کا الگ ذکر کرنا بے معنی تھا۔ اسی طرح افراد اور معاشرے کی تربیت کے لیے آپ جو تدابیر بھی اختیار فرماتے تھے وہ بھی قرآن کے الفاظ پڑھ کر سنا دینے سے زائد ہی کچھ تھیں، ورنہ تربیت کی اس الگ خدمت کا ذکر کرنے کے کوئی معنی نہ تھے۔ اب فرمائیے کہ قرآن پہنچانے کے علاوہ یہ معلم اور مربی کے مناصب جو حضورؐ کو حاصل تھے ان پر آپ خود فائز ہو بیٹھے تھے یا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر مامور فرمایا تھا؟ کیا قرآن کی ان صاف اور مکرر تصریحات کے بعد اس کتاب پر ایمان رکھنے والا کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ یہ دونوں مناصب رسالت کے اجزاء نہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیہ وسلم ان مناصب کے فرائض اور خدمات بحیثیت رسول نہیں بلکہ اپنی پرائیویٹ حیثیت میں انجام دیتے تھے؟ اگر نہیں کہہ سکتا تو بتائیے کہ قرآن کے الفاظ سنانے سے زائد جو باتیں حضورؐ نے تعلیم کتاب و حکمت کے سلسلے میں فرمائیں اور اپنے قول و عمل سے افراد اور معاشرہ کی جو ترتیب حضورؐ نے کی اسے من جانب اللہ ماننے اور سند تسلیم کرنے سے انکار خود رسالت کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟

رسولؐ بحیثیت شارح کتاب اللہ | سورۂ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (آیت ۴۴)

اور (اے نبیؐ) یہ ذکر ہم نے تمہاری طرف اس لیے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے لیے واضح کر دو اُس تعلیم کو جو ان کی طرف اتاری گئی ہے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد یہ خدمت کی گئی تھی کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ جو احکام و ہدایات دے ان کی آپؐ توضیح و تشریح فرمائیں۔ ایک موٹی عقل کا آدمی بھی کم از کم اتنی بات تو سمجھ ہی سکتا ہے کہ کسی کتاب کی توضیح و تشریح محض اس کتاب کے الفاظ پڑھ کر سنا دینے سے نہیں ہوتی، بلکہ تشریح کرنے والا اس کے الفاظ سے زائد کچھ کہتا ہے تاکہ سننے والا کتاب کا مطلب پوری طرح سمجھ جائے، اور اگر کتاب کی کوئی بات کسی عملی مسئلے سے متعلق ہو تو شارح عملی مظاہرہ (PRACTICAL DEMONSTRATION) کر کے بتاتا ہے کہ مصنف کا منشا اس طرح عمل کرنا ہے۔ یہ نہ ہو تو کتاب کے الفاظ کا مطلب و مدعا پوچھنے والے کو پھر کتاب کے الفاظ ہی سنا دینا کسی طفل مکتب کے نزدیک بھی تشریح و توضیح قرار نہیں پا سکتا۔ اب فرمائیے کہ اس آیت کی رُو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے شارح اپنی ذاتی حیثیت میں تھے یا خدا نے آپؐ کو شارح مقرر کیا تھا؟ یہاں تو اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ پر کتاب نازل کرنے کا مقصد ہی یہ بیان کر رہا ہے کہ رسول اپنے قول اور عمل سے اس کا مطلب واضح کرے۔ پھر کس طرح یہ ممکن ہے کہ شارحِ قرآن کی حیثیت سے آپؐ کے منصب کو رسالت کے منصب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الگ قرار دیا جاتے اور آپ کے پہنچاتے ہوئے الفاظِ قرآن کو لیکر آپ کی شرح و تفسیر قبول کرنے سے انکار کر دیا جاتے؟ کیا یہ انکار خود رسالت کا انکار نہ ہوگا؟

رسول بحیثیتِ پیشوا و نمونۂ تقلید | سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ . . . . قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (آیات ۳۱-۳۲)

(اے نبی) کہو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کریگا . . . کہو کہ اطاعت کرو اللہ اور رسول کی، پھر اگر وہ منہ موڑتے ہیں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اور سورۂ احزاب میں فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (آیت ۲۱)

تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک نمونۂ تقلید ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو۔

ان دونوں آیتوں میں خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو پیشوا مقرر کر رہا ہے، ان کی پیروی کا حکم دے رہا ہے۔ ان کی زندگی کو نمونۂ تقلید قرار دے رہا ہے، اور صاف فرما رہا ہے کہ یہ روش اختیار نہ کرو گے تو مجھ سے کوئی امید نہ رکھو، میری محبت اس کے بغیر تمہیں حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے منہ موڑنا کفر ہے۔ اب فرمایئے کہ حضورؐ رہنما اور لیڈر خود بن بیٹھے تھے؟ یا مسلمانوں نے آپؐ کو منتخب کیا تھا؟ یا اللہ نے اس منصب پر آپؐ کو مامور کیا تھا؟ اگر قرآن کے یہ الفاظ بالکل غیر مشتبہ طریقے سے آنحضورؐ کو مامور من اللہ رہنما و پیشوا قرار دے رہے ہیں، تو پھر آپؐ کی پیروی اور آپؐ کے نمونۂ زندگی کی تقلید سے انکار کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اس کے جواب میں یہ کہنا سراسر لغو ہے کہ اس سے مراد قرآن کی پیروی ہے۔ اگر یہ مراد ہوتی تو فَاتَّبِعُوا الْقُرْاٰنَ فرمایا جاتا نہ کہ فَاتَّبِعُوْنِيْ۔ اور اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اسوۂ حسنہ کہنے کے تو کوئی معنی ہی نہ تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول بحیثیتِ شارع | سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (آیت ۱۵۷)

وہ ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے ان کو روکتا ہے اور ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اور بندھن اتار دیتا ہے جو ان پر چڑھے ہوئے تھے۔

اس آیت کے الفاظ اس امر میں بالکل صریح ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریعی (LEGISLATIVE) اختیارات عطا کیے ہیں۔ اللہ کی طرف سے امر و نہی اور تحلیل و تحریم صرف وہی نہیں ہے جو قرآن میں بیان ہوئی ہے، بلکہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام یا حلال قرار دیا ہے اور جس چیز کا حضورؐ نے حکم دیا ہے یا جس سے منع کیا ہے، وہ بھی اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات سے ہے، اس لیے وہ بھی قانونِ خداوندی کا ایک حصہ ہے۔ یہی بات سورۂ حشر میں اسی صراحت کے ساتھ ارشاد ہوئی ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (آیت ۷)

جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے منع کر دے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

ان دونوں آیتوں میں سے کسی کی یہ تاویل نہیں کی جا سکتی کہ ان میں قرآن کے امر و نہی اور قرآن کی تحلیل و تحریم کا ذکر ہے۔ یہ تاویل نہیں بلکہ اللہ کے کلام میں ترمیم ہو گی۔ اللہ نے تو یہاں امر و نہی اور تحلیل و تحریم کو رسول کا فعل قرار دیا ہے نہ کہ قرآن کا۔ پھر کیا کوئی شخص اللہ میاں سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ آپ سے بیان میں غلطی ہو گئی، آپ بھولے سے قرآن کے بجائے رسول کا نام لے گئے؟

رسول بحیثیتِ قاضی | قرآن میں ایک جگہ نہیں، بکثرت مقامات پر اللہ تعالیٰ اس امر کی تصریح فرماتا ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قاضی مقرر کیا ہے۔ مثال کے طور پر چند آیات ملاحظہ ہوں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۔
(النساء - ۱۰۵)

(اے نبی) ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اللہ کی دکھائی ہوئی روشنی میں فیصلہ کرو۔

وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۔
(الشوریٰ ۱۵)

اور (اے نبی، کہو کہ میں ایمان لایا ہوں اس کتاب پر جو اللہ نے نازل کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (النور - ۵۱)

ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا (النساء : ۶۱)

اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کی نازل کردہ کتاب کی طرف اور رسول کی طرف تو تم دیکھتے ہو منافقوں کو کہ وہ تم سے کنی کتراتے ہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۔
(النساء : ۶۵)

پس (اے نبی) تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے جھگڑوں میں تجھے فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ تو کرے اس کی طرف سے اپنے دل میں کوئی تنگی تک محسوس نہ کریں بلکہ اسے بسر وچشم قبول کر لیں۔

یہ تمام آیتیں اس امر میں بالکل صریح ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود ساختہ، یا مسلمانوں کے مقرر کیے ہوئے جج نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے جج تھے۔ تیسری آیت بتا رہی ہے کہ آپ کی جج ہونے کی حیثیت رسالت کی حیثیت سے الگ نہیں تھی بلکہ رسول ہی کی حیثیت میں آپ جج بھی تھے اور ایک مومن کا ایمان بالرسالت اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ آپ کی اس حیثیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے آگے بھی سمع وطاعت کا رویّہ نہ اختیار کرے۔ چوتھی آیت میں ما انزل اللہ (قرآن) اور رسول دونوں کا الگ الگ ذکر کیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فیصلہ حاصل کرنے کے لیے دو مستقل مرجع ہیں، ایک قرآن قانون کی حیثیت سے، دوسرے رسولؐ جج کی حیثیت سے اور ان دونوں سے منہ موڑنا منافق کا کام ہے نہ کہ مومن کا۔ آخری آیت میں بالکل بے لاگ طریقے سے کہدیا گیا ہے کہ رسولؐ کو جو شخص جج کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرتا وہ مومن ہی نہیں ہے، حتیٰ کہ اگر رسولؐ کے دیئے ہوئے فیصلے پر کوئی شخص اپنے دل میں بھی تنگی محسوس کرے تو اس کا ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ کیا قرآن کی ان تصریحات کے بعد بھی آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آنحضورؐ رسول کی حیثیت سے قاضی نہ تھے بلکہ دنیا کے عام ججوں اور مجسٹریٹوں کی طرح آپؐ بھی ایک جج یا مجسٹریٹ تھے، اس لیے ان کے فیصلوں کی طرح حضورؐ کے فیصلے بھی ماخذ قانون نہیں بن سکتے؟ کیا دنیا کے کسی جج کی یہ حیثیت ہو سکتی ہے کہ اس کا فیصلہ اگر کوئی نہ مانے یا اس پر تنقید کرے یا اپنے دل میں بھی اُسے غلط سمجھے تو اس کا ایمان سلب ہو جاتے؟

رسولؐ بحیثیتِ حاکم و فرمانروا | قرآن مجید اسی صراحت اور تکرار کے ساتھ بکثرت مقامات پر یہ بات بھی کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے مقرر کیے ہوئے حاکم و فرمانروا تھے اور آپ کو یہ منصب بھی رسول ہی کی حیثیت سے عطا ہوا تھا:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء - ۶۴)	ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے اذن (SANCTION) سے
مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء - ۸۰)	جو رسول کی اطاعت کرے اس نے اللہ کی اطاعت کی۔
اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (الفتح - ۱۰)	(اے نبی) یقیناً جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ	اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (محمد - ۳۳)

اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو باطل کرلو۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا۔ (الاحزاب - ۳۶)

اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب کسی معاملہ کا فیصلہ اللہ اور اس کا رسول کر دے تو پھر ان کے لیے اپنے اس معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کر لینے کا اختیار باقی رہ جائے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (النساء - ۵۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے اولی الامر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان نزاع ہو جائے تو اس کو پھیر دو اللہ اور رسول کی طرف اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ اور روزِ آخر پر۔

یہ آیات صاف بتا رہی ہیں کہ رسول کوئی ایسا حاکم نہیں ہے جو خود اپنی قائم کردہ ریاست کا سربراہ بن بیٹھا ہو، یا جسے لوگوں نے منتخب کر کے سربراہ بنایا ہو، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور کیا ہوا فرمانروا ہے۔ اس کی فرمانروائی اس کے منصبِ رسالت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اس کا رسول ہونا ہی اللہ کی طرف سے اس کا حاکمِ مُطاع ہونا ہے۔ اس کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے۔ اس سے بیعت دراصل اللہ سے بیعت ہے۔ اس کی اطاعت نہ کرنے کے معنی اللہ کی نافرمانی کے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آدمی کا کوئی عمل بھی اللہ کے ہاں مقبول نہ ہو۔ اس کے مقابلے میں اہلِ ایمان کو (جن میں پوری امت اور اس کے حکمراں اور اس کے مرکزِ ملت سب شامل ہیں) قطعاً یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جس معاملہ کا فیصلہ وہ کر چکا ہو اس میں وہ خود کوئی فیصلہ کریں۔ ان تمام تصریحات سے بڑھ کر صاف اور قطعی تصریح آخری آیت کرتی ہے جس میں یکے بعد دیگرے تین اطاعتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے اللہ کی اطاعت۔ اس کے بعد رسولؐ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اطاعت۔ پھر تیسرے درجے میں اولی الامر (یعنی آپ کے "مرکزِ ملت") کی اطاعت۔ اس سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوتی کہ رسول اولی الامر میں شامل نہیں ہے، بلکہ ان سے الگ اور بالاتر ہے اور اس کا درجہ خدا کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ دوسری بات جو اس آیت سے معلوم ہوتی وہ یہ کہ اولی الامر سے نزاع ہو سکتی ہے مگر رسول سے نزاع نہیں ہو سکتی۔ تیسری بات یہ معلوم ہوتی کہ نزاعات میں فیصلے کے لیے مرجع دو ہیں، ایک اللہ، دوسرا اس کے بعد اللہ کا رسول۔ ظاہر ہے کہ اگر مرجع صرف اللہ ہوتا تو صراحت کے ساتھ رسول کا الگ ذکر محض بے معنی ہوتا۔ پھر جبکہ اللہ کی طرف رجوع کرنے سے مراد کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے تو رسول کی طرف رجوع کرنے کا مطلب بھی اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ عہدِ رسالت میں خود ذاتِ رسول کی طرف اور اس عہد کے بعد سنتِ رسول کی طرف رجوع کیا جائے۔

سُنّت کے ماخذِ قانون ہونے پر امت کا اجماع اب اگر آپ واقعی قرآن کو مانتے ہیں اور اس کتابِ مقدس کا نام لیکر خود اپنے من گھڑت نظریات کے معتقد بنے ہوئے نہیں ہیں تو دیکھ لیجیے کہ قرآنِ مجید صاف و صریح اور قطعاً غیر مشتبہ الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی طرف سے مقرر کیا ہوا معلم، مربی، پیشوا، رہنما، شارحِ کلام اللہ، شارع، قاضی اور حاکم و فرمانروا قرار دے رہا ہے، اور حضورؐ کے یہ تمام مناصب اس کتابِ پاک کی رو سے منصبِ رسالت کے اجزائے لاینفک ہیں۔ کلامِ الٰہی کی یہی تصریحات ہیں جن کی بنا پر صحابۂ کرام کے دور سے لیکر آج تک تمام مسلمانوں نے بالاتفاق یہ مانا ہے کہ مذکورہ بالا تمام حیثیات میں حضورؐ نے جو کام کیا ہے وہ قرآن کے بعد دوسرا ماخذِ قانون ہے۔ جب تک کوئی شخص انتہائی برخود غلط نہ ہو، وہ اس پندار میں مبتلا نہیں ہو سکتا کہ تمام دنیا کے مسلمان اور ہر زمانے کے سارے مسلمان قرآنِ پاک کی ان آیات کو سمجھنے میں غلطی کر گئے ہیں اور ٹھیک مطلب بس اس نے سمجھا ہے کہ حضورؐ صرف قرآن پڑھ کر سُنا دینے کی حد تک رسُول تھے، اور اس کے بعد آپ کی حیثیت ایک عام مسلمان کی تھی۔ آخر اس کے ہاتھ وہ کونسی نرالی لغت آگئی ہے جس کی مدد سے قرآن کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الفاظ کا وہ مطلب اس نے سمجھا جو پوری امت کی سمجھ میں کبھی نہ آیا ؟

۲- رسولِ پاک کے تشریعی اختیارات | دوسرا نکتہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے :

" لیکن اس بات پر آپ سے اتفاق نہیں ہے کہ تئیس سالہ پیغمبرانہ زندگی میں حضورؐ نے جو کچھ کیا تھا یہ وہ سنت ہے جو قرآن کے ساتھ مل کر حاکمِ اعلیٰ کے قانونِ برتر کی تشکیل و تکمیل کرتی ہے۔ بے شک حضورؐ نے حاکمِ اعلیٰ کے قانون کے مطابق معاشرہ کی تشکیل تو فرمائی لیکن یہ کہ کتاب اللہ کا قانون (نعوذ باللہ) نامکمل تھا اور جو کچھ حضورؐ نے عملاً کیا اس سے اس قانون کی تکمیل ہوئی میرے لیے ناقابلِ فہم ہے۔"

اسی سلسلے میں آگے چل کر آپ پھر فرماتے ہیں :

" نہ معلوم آپ کن وجوہات کی بنا پر کتاب اللہ کے قانون کو نامکمل قرار دیتے ہیں کم از کم میرے لیے تو یہ تصور ہی جسم میں کپکپی پیدا کر دیتا ہے۔ کیا آپ قرآن کریم سے کوئی ایسی آیت پیش فرمائیں گے جس سے معلوم ہو کہ قرآن کا قانون نامکمل ہے ؟"

ان فقروں میں آپ نے جو کچھ فرمایا ہے یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے جو علمِ قانون کے ایک مسلّم قاعدے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے آپ کو لاحق ہوئی ہے۔ دنیا بھر میں یہ قاعدہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ قانون سازی کا اختیارِ اعلیٰ جس کو حاصل ہو وہ اگر ایک مجمل حکم دے کر یا ایک عمل کا حکم دے کر، یا ایک اصول طے کر کے اپنے ماتحت کسی شخص یا ادارے کو اس کی تفصیلات کے بارے میں قواعد و ضوابط مرتب کرنے کے اختیارات تفویض کر دے تو اس کے مرتب کردہ قواعد ضوابط قانون سے الگ کوئی چیز نہیں ہوتے بلکہ اسی قانون کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔ قانون ساز کا اپنا منشا یہ ہوتا ہے کہ جس عمل کا حکم اس نے دیا ہے ، ذیلی قواعد (BYE LAWS) بنا کر اس پر عملدرآمد کا طریقہ (PROCEDURE) مقرر کر دیا جائے ، جو اصول اس نے طے کیا ہے اس کے مطابق مفصل قوانین بنائے جائیں ، اور جو مجمل ہدایت اس نے دی ہے اس کے منشا کو تفصیلی شکل میں واضح کر دیا جائے۔ اسی غرض کے لیے وہ خود اپنے ماتحت شخص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا اشخاص یا اداروں کو قواعد و ضوابط مرتب کرنے کا مجاز کرتا ہے۔ یہ ذیلی قواعد بلا شبہ اصل ابتدائی قانون کے ساتھ مل کر اس کی تشکیل و تکمیل کرتے ہیں۔ مگر اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ قانون ساز نے غلطی سے ناقص قانون بنایا تھا، اور کسی دوسرے نے آکر اس کا نقص دور کیا۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قانون ساز نے اپنے قانون کا بنیادی حصّہ خود بیان کیا اور تفصیلی حصّہ اپنے مقرر کیے ہوئے ایک شخص یا ادارے کے ذریعہ سے مرتب کرا دیا۔

حضورؐ کے تشریعی کام کی نوعیت | اللہ تعالیٰ نے اپنی قانون سازی میں یہی قاعدہ استعمال فرمایا ہے۔ اس نے قرآن میں مجمل احکام اور ہدایات دے کر، یا کچھ اصول بیان کرکے، یا اپنی پسند و ناپسند کا اظہار کرکے یہ کام اپنے رسول کے سپرد کیا کہ وہ نہ صرف لفظی طور پر اس قانون کی تفصیلی شکل مرتب کریں بلکہ عملاً اسے برت کر اور اس کے مطابق کام کرکے بھی دکھا دیں۔ یہ تفویضِ اختیارات کا فرمان خود قانون کے متن (یعنی قرآنِ مجید) میں موجود ہے:

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل۔ آیت ۴۴)

اور (اے نبیؐ) ہم نے یہ ذکر تمہاری طرف اس لیے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے لیے واضح کر دو اس تعلیم کو جو ان کی طرف اتاری گئی ہے۔

اس صریح فرمانِ تفویض کے بعد آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قولی اور عملی بیان، قرآن کے قانون سے الگ کوئی چیز ہے۔ یہ درحقیقت قرآن ہی کی رُو سے اس کے قانون کا ایک حصّہ ہے۔ اس کو چیلنج کرنے کے معنی خود قرآن کو اور خدا کے پروانۂ تفویض کو چیلنج کرنے کے ہیں۔

اس تشریعی کام کی چند مثالیں | یہ اگرچہ آپ کے نکتے کا پورا جواب ہے، لیکن میں مزید تفہیم کی خاطر چند مثالیں دیتا ہوں جن سے آپ سمجھ سکیں گے کہ قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح و بیان کے درمیان کس قسم کا تعلق ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا کہ وہ پاکیزگی کو پسند کرتا ہے (وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی کہ اپنے لباس کو پاک رکھیں (وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ)۔ حضورؐ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس قشا پر عمل درآمد کے لیے استنجا اور طہارتِ جسم ولباس کے متعلق مفصل ہدایات دیں اور ان پر خود عمل کرکے بتایا۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اگر تم کو جنابت لاحق ہو گئی ہو تو پاک ہوئے بغیر نماز نہ پڑھو (النساء ۴۳- المائدہ ۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل کے ساتھ بتایا کہ جنابت سے کیا مراد ہے۔ اس کا اطلاق کن حالتوں پر ہوتا ہے اور کن حالتوں پر نہیں ہوتا۔ اور اس سے پاک ہونے کا طریقہ کیا ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنا منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولو، سر پر مسح کرو اور پاؤں دھوؤ یا ان پر مسح کرو)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ منہ دھونے کے حکم میں کُلی کرنا اور ناک صاف کرنا بھی شامل ہے۔ کان سر کا ایک حصہ ہیں اور سر کے ساتھ ان پر بھی مسح کرنا چاہیے۔ پاؤں میں موزے ہوں تو مسح کیا جائے اور موزے نہ ہوں تو ان کو دھونا چاہیے۔ اس کے ساتھ آپ نے تفصیل کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ وضو کن حالات میں ٹوٹ جاتا ہے اور کن حالات میں باقی رہتا ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ رکھنے والا رات کو اس وقت تک کھا پی سکتا ہے جب تک فجر کے وقت کالا تاگا سفید تاگے سے ممیز نہ ہو جائے (حَتّٰی یَتَبَیَّنَ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اس سے مراد تاریکیٔ شب کے مقابلہ میں سپیدۂ صبح کا نمایاں ہونا ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کی چیزوں میں بعض اشیاء کے حرام اور بعض کے حلال ہونے کی تصریح کرنے کے بعد باقی اشیاء کے متعلق یہ عام ہدایت فرمائی کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کی گئی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور عمل سے اس کی تفصیل بتائی کہ پاک چیزیں کیا ہیں جنہیں ہم کھا سکتے ہیں اور ناپاک چیزیں کونسی ہیں جن سے ہم کو بچنا چاہیے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وراثت کا قانون بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میت کی نرینہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اولاد کوئی نہ ہو اور ایک لڑکی ہو تو وہ نصف ترکہ پائیگی اور دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو ان کو ترکے کا دو تہائی حصہ ملیگا۔ اس میں یہ بات واضح نہ تھی کہ اگر دو لڑکیاں ہوں تو وہ کتنا حصہ پائیں گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توضیح فرمائی کہ دو لڑکیوں کا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا دو سے زائد لڑکیوں کا مقرر کیا گیا ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو جمع کرنا بھی اسی حکم میں داخل ہے۔

ان چند مثالوں سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے تفویض کردہ تشریعی اختیارات کو استعمال کر کے قرآن کے احکام و ہدایات اور اشارات و مضمرات کی کس طرح شرح و تفسیر فرمائی ہے۔ یہ چیز چونکہ خود قرآن میں دیئے ہوئے فرمانِ تفویض پر مبنی تھی اس لیے یہ قرآن سے الگ کوئی مستقل بالذات قانون نہیں ہے بلکہ قرآن کے قانون ہی کا ایک حصہ ہے۔

۳۔ سنت اور اتباعِ سنت کا مفہوم

تیسرا نکتہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ سنت رسول اللہ کا اتباع یہ ہے کہ جو کام حضورؐ نے کیا وہی ہم کریں، نہ یہ کہ جس طرح حضورؐ نے کیا اسی طرح ہم بھی کریں "اگر حضورؐ نے ما انزل اللہ کو دوسروں تک پہنچایا تو امت کا بھی فریضہ ہے کہ ما انزل اللہ کو دوسروں تک پہنچائے . . . "

سنت اور اس کے اتباع کا یہ مفہوم جو آپ نے متعین کیا ہے اس کے متعلق میں صرف اتنا کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ یہ خود اُس ما انزل اللہ کے مطابق نہیں ہے جس کے اتباع کو آپ واجب مانتے ہیں۔ ما انزل اللہ کی رو سے تو سنت کا اتباع یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے مقرر کیے ہوئے معلم، مربی، شارع، قاضی، حاکم و فرمانروا اور شارح قرآن ہونے کی حیثیت سے جو کچھ فرمایا اور عمل کر کے دکھایا ہے اسے آپ سنتِ رسول مانیں اور اس کا اتباع کریں۔ اس کے دلائل میں اوپر بیان کر چکا ہوں، اس لیے انہیں دہرانے کی حاجت نہیں ہے۔

اس سلسلے میں آپ نے مسواک والی بات جو لکھی ہے اس کا سیدھا سادھا جواب یہ ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سنجیدہ علمی مباحث میں اِس قسم کی مہمل باتوں کو بطورِ نظیر لاکر کسی مسئلے کا تصفیہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہر نقطۂ نظر کے حامیوں میں کچھ نہ کچھ لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو اپنی غیر معقول باتوں سے اپنے نقطۂ نظر کو مضحکہ انگیز بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ان کی باتوں سے استدلال کرکے بجائے خود اُس نقطۂ نظر کی تردید کرنے کی کوشش اگر آپ کریں گے تو اس کے معنی اس کے سوا کچھ نہ ہونگے کہ وزنی دلائل کا مقابلہ کرنے سے پہلو تہی کرکے آپ صرف کمزور باتیں زور آزمائی کے لیے تلاش کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ کی یہ دلیل بھی بہت کمزور ہے کہ اتباعِ سنت کے معنی آج کے اٹیمی دَور میں تیروں سے لڑنے کے ہیں کیونکہ حضورؐ کے زمانے میں تیروں ہی سے جنگ کی جاتی تھی۔ آخر آپ سے کس نے کہا ہے کہ اتباعِ سنت کے معنی یہ ہیں؟ اتباعِ سنت کے یہ معنی اہلِ علم نے کبھی نہیں لیے ہیں کہ ہم جہاد میں وہی اسلحہ استعمال کریں جو حضورؐ کے زمانہ میں استعمال ہوتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ اس کے معنی یہی سمجھے گئے ہیں کہ ہم جنگ میں اُن مقاصد، اخلاقی اصولوں اور شرعی ضابطوں کو ملحوظ رکھیں جن کی ہدایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور عمل سے دی ہے، اور اُن اغراض کے لیے لڑنے اور وہ کارروائیاں کرنے سے باز رہیں جن سے آپ نے منع فرمایا ہے۔

۴۔ رسولِ پاکؐ کس وحی کے اتباع پر مامور تھے اور ہم کس کے اتباع پر مامور ہیں؟	آپ کا چوتھا نکتہ آپ کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ:

"ان تمام اعمال میں جو حضورؐ نے تئیس سالہ پیغمبرانہ زندگی میں کیے وہ اسی ما انزل اللہ کا، جو کتاب اللہ میں موجود ہے، اتباع کرتے تھے اور امت کو بھی یہی حکم ملا کہ اسی کا اتباع کرے۔ جہاں اِتَّبِعُوا مَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ (۳) کہہ کر امت کے افراد کو تلقین کی وہاں یہ بھی اعلان ہوا کہ حضورؐ بھی اسی کا اتباع کرتے ہیں۔ قُلۡ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوۡحٰٓی اِلَیَّ مِنۡ رَّبِّیۡ (۲۲)"

اس عبارت میں آپ نے دو آیتیں نقل کی ہیں، اور دونوں نہ صرف یہ کہ غلط نقل کی ہیں بلکہ نقل میں بھی ایسی غلطیاں کی ہیں جو عربی زبان کی شُدبُد کا علم رکھنے والا بھی نہیں کرسکتا۔ پہلی آیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دراصل یہ ہے اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ "یعنی پیروی کرو اُس کی جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے" آپ کے نقل کردہ الفاظ کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "پیروی کرو اُس کی جو اللہ نے تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا ہے" دوسری آیت کے اصل الفاظ قرآن مجید میں یہ ہیں قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ (۲۰۳) "کہو کہ میں تو اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب کی جانب سے بھیجی جاتی ہے" آپ نے جو الفاظ نقل کیے ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے "کہو کہ پیروی کر اس وحی کی جو میری طرف میرے رب کی جانب سے بھیجی جاتی ہے" میں نے ان غلطیوں پر آپ کو صرف اس لیے متنبہ کیا ہے کہ آپ کسی وقت ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ ایک طرف قرآن سے آپ کی واقفیت کا یہ حال ہے اور دوسری طرف آپ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ ساری امت کے اہل علم و تحقیق قرآن کو غلط سمجھے ہیں اور آپ نے اس کو صحیح سمجھا ہے۔

اب رہا اصل مسئلہ، تو اس میں آپ نے دو باتیں کہی ہیں اور دونوں غلط ہیں۔ ایک بات آپ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف وہی وحی آتی تھی جو قرآن میں موجود ہے اور حضورؐ کو صرف اسی کی پیروی کا حکم تھا۔ حالانکہ خود قرآن سے یہ بات ثابت ہے کہ حضورؐ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی کے ذریعہ سے احکام نازل ہوتے تھے اور آپ ان دونوں قسم کی وحیوں کا اتباع کرنے پر مامور تھے۔ دوسری بات آپ یہ فرماتے ہیں کہ امت کو صرف قرآن کی پیروی کا حکم ہے۔ حالانکہ قرآن یہ کہتا ہے کہ امت کو رسولِ پاک کی پیروی کا حکم بھی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران-۳۱) "اے نبی کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا"

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (الاعراف-۱۵۶-۱۵۷) "میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ اور اس رحمت کو میں ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقویٰ کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، جو پیروی کرتے ہیں اُس رسول نبی امّی کی جس کا ذکر وہ اپنے ہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہُوا پاتے ہیں"۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ (البقرہ - ۱۴۳) "اور ہم نے وہ قبلہ جس پر اب تک تم تھے اسی لیے مقرر کیا تھا کہ یہ دیکھیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے"۔

ان آیات میں رسول کی پیروی کرنے کے حکم کو تاویل کے خراد پر چڑھا کر یہ معنی نہیں پہنائے جاسکتے کہ اس سے مراد دراصل قرآن کی پیروی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، اگر واقعی مقصود یہی ہوتا کہ لوگ رسول کی نہیں بلکہ قرآن کی پیروی کریں تو آخر کیا وجہ ہے کہ سورۂ آلِ عمران والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فَاتَّبِعُوا كِتَابَ اللهِ کہنے کے بجائے فَاتَّبِعُونِي کے الفاظ استعمال فرمائے؟ کیا آپ کی رائے میں یہاں اللہ میاں سے چوک ہوگئی ہے؟ پھر سورۂ اعراف والی آیت میں تو اس تاویل کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ اس میں آیاتِ خداوندی پر ایمان لانے کا ذکر الگ ہے اور نبیِ امّی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا ذکر الگ۔ ان سب سے زیادہ کھلی ہوئی آیت سورۂ بقرہ کی ہے جو ایسی ہر تاویل کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ اور ساتھ ساتھ آپ کے اس مفروضے کا بھی قلع قمع کر دیتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے سوا اور کسی صورت میں وحی نہیں آتی تھی۔ مسجدِ حرام کو قبلہ قرار دینے سے پہلے مسلمانوں کا جو قبلہ تھا اسے قبلہ بنانے کا کوئی حکم قرآن میں نہیں آیا ہے۔ اگر آیا ہو تو آپ اس کا حوالہ دے دیں۔ یہ واقعہ ناقابلِ انکار ہے کہ وہ قبلہ آغازِ اسلام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا اور تقریباً ۱۴ سال تک اسی کی طرف حضورؐ اور صحابۂ کرام نماز ادا کرتے رہے۔ ۱۴ سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی اس آیت میں حضورؐ کے اس فعل کی توثیق فرمائی، اور یہ اعلان فرمایا کہ یہ قبلہ ہمارا مقرر کیا ہُوا تھا۔ اور اسے ہم نے اپنے رسول کے ذریعہ سے اس لیے مقرر کیا تھا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اس سے منہ موڑتا ہے۔ یہ ایک طرف اس امر کا بیّن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے علاوہ بھی وحی کے ذریعہ سے احکام نازل ہوتے تھے۔ اور دوسری طرف یہی آیت پوری صراحت کے ساتھ یہ بتاتی ہے کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن احکام کا اتباع کرنے پر مامور ہیں جو قرآن میں مذکور نہ ہوں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلمانوں کے ایمان بالرسالت کی آزمائش ہی اس طریقہ سے ہوتی ہے کہ رسولؐ کے ذریعہ سے جو حکم دیا جاتے اسے وہ مانتے ہیں یا نہیں! اب آپ اور آپ کے ہم خیال حضرات خود سوچ لیں کہ اپنے آپ کو کس خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ اگر آپ کے دل میں واقعی خدا کا اتنا خوف ہے کہ اس کی ہدایت کے خلاف طرزِ عمل کا تصور کرنے سے بھی آپ کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے، تو میری گزارش یہ ہے کہ بحث و مناظرہ کے جذبے سے اپنے ذہن کو پاک کر کے اوپر کی چند سطروں کو مکرر پڑھیں۔ خدا کرے کہ آپ کے جسم پر کپکپی طاری ہو اور آپ اس گمراہی سے بچ نکلیں جس میں محض اپنے ناقص مطالعے کی وجہ سے پڑ گئے ہیں۔ (باقی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارض القرآن کا سفر

(از جناب محمد عاصم صاحب)

(۵)

درعیہ ۲۳ نومبر کی دوپہر ۱۱ بجے ہمارا پروگرام درعیہ جانے کا تھا۔ امیر عبداللہ کی گاڑی ہمیں لینے کے لیے ہوٹل ہی پر آگئی۔ امیر خود صبح ہی درعیہ روانہ ہوگئے تھے۔ ہم جس موٹر سے روانہ ہوئے، اسے ان کے سکرٹری کمال انجم چلا رہے تھے، جو ایک فلسطینی مہاجر ہیں اور گزشتہ آٹھ دس سال سے امیر عبداللہ کے ہاں ملازم ہیں۔ غالباً بیروت کی امریکن یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ہیں، اس لیے عام عربوں کی نسبت انگریزی اچھی بولتے ہیں۔

وادی حنیفہ اور مسیلمہ کذاب کا وطن ریاض سے درعیہ تک سڑک پختہ اور بہت عمدہ ہے۔ ریاض سے نکلتے ہی ہم وادی حنیفہ میں پہنچے جو سنا ہے ڈیڑھ سو میل کے قریب لمبی ہے۔ یہ وہی وادی ہے جو قبیلہ بنو حنیفہ کا مسکن رہی ہے اور اسی وجہ سے اس کا نام وادی حنیفہ ہے۔ اسی وادی میں ریاض سے تقریباً ۴۵ اور درعیہ سے تقریباً ۳۰ میل کے فاصلہ پر عَقربا نامی ایک جگہ ہے جہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں حضرت خالدؓ بن ولید اور مسیلمہ کذاب کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ اس خونریز جنگ میں جو صحابہ کرام شہید ہوئے، ان کی قبریں اب بھی وہاں پائی جاتی ہیں۔ عقربا ہی کے ایک حصہ کا نام عُیَینَہ ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں سب سے پہلے مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس سے جنوب مغرب کی طرف چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام عُبَیثَہ ہے جو مسیلمہ کذاب کی جائے پیدائش ہے۔ ہم ان تاریخی مقامات کو دیکھنے کی شدید خواہش رکھتے تھے، مگر وہاں کا راستہ بالکل کچا تھا اور پچھلے دو دنوں سے مسلسل بارش ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وادیوں میں پانی بہنے لگا تھا اور راستے خراب ہوگئے تھے۔ اس لیے ہم ان مقامات کو دیکھنے کا پروگرام نہ بنا سکے

© rasailojaraid.com